ترجمہ وتلخیص

مطالعاتِ علومِ اسلامیہ اور روس

(انقلاب روس سے پہلے)

ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

۱۹۵۴ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے مشہور مستشرق این۔ اے بیمر نوف کی ایک کتاب "روس میں مطالعات علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجمل خاکہ" کے عنوان سے شایع ہوئی تھی جو دو سو چھتر صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر انقلاب روس سے پہلے تک کے روس میں اسلام اور اسلامی علوم پر جو تحقیقی کام ہوئے ہیں اُن میں سے اہم اور نمائندہ کاموں کا تعارف کرایا ہے۔ اصل کتاب روسی زبان میں لکھی گئی ہے جس پر ایک انگریزی سہ ماہی مجلہ "سینٹرل ایشین ریویو" لندن کے تبصرہ نگار نے تین شماروں میں (جلد۲ ص ۲۸۲، ۲۹۴، جلد۳ ص ۷۶ — ۸۸ اور ص ۱۶۴ — ۱۷۴) میں خاصہ مفصل تبصرہ کیا ہے۔ عام اردو خواں طبقہ روسی زبان سے قطعی ناواقف ہے اور "سینٹرل ایشین ریویو" پڑھے لکھے طبقہ میں بھی عام نہیں ہے اس لیے درج ذیل سطور میں سینٹرل ایشین ریویو کی پیش کردہ معلومات کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے تاکہ اردو داں حضرات کو بھی اس بات کا علم ہو سکے کہ روس میں اسلامیات کے موضوع پر کیا کیا اور کس نہج سے کام ہوا ہے؟

بیمر نوف نے اپنے مقدمہ میں سب سے پہلے تو اس بات پر روشنی ڈالی ہے اور اسی کو اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد قرار دیا ہے کہ ایک طبقاتی سماج میں سماج کی پیشرفت کے سلسلے میں مذہب ایک اہم اور فعال کردار ادا کرتا ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ بیمر نوف نے اپنے اس خیال کی وضاحت کے لیے مارکس، اینگلز، لینن اور اسٹالن کی تحریروں اور تقریروں سے اقتباسات دیتے ہوئے اپنی بات کہی ہے۔ انھوں نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی بھی صراحت کردی ہے کہ روس میں اسلام اور اسلامیات پر جو کام ہوا ہے وہ دو طبقات کے مصنفین کی کاوشوں کا رہین منت ہے یعنی بورژوا مصنفین اور پرولتاری مصنفین۔ انقلابِ روس سے پہلے کے تمام مصنفین کو انھوں نے بورژوا قرار دیا ہے مگر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان "بورژوا" مصنفین نے بھی بہت سے ایسے کام کیے ہیں جو حقائق پر مبنی ہونے کی وجہ سے علمی

سرمائے میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سمرنوف کی کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان "بورژوا" مصنفین کے تحقیقی کاموں کا اُس نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا جائے جو سوویتی تاریخی علوم کے مطالعے میں ممد و معاون ثابت ہو اور اس بات پر روشنی ڈال سکے کہ روسی سماج کی پیش رفت میں مذہب اسلام کا کیا حصہ رہا ہے؟

"بورژوا" مصنفین کے علمی اور تحقیقی کاموں کا مطالعہ اہمیت کا حامل ہے لیکن اس اعتراف حقیقت کے باوجود وہ روسی مصنفین کو خبردار کرتے ہیں کہ ان "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات، تعصبات اور تاملات سے پُر ہیں اور اُن کے نزدیک یہ تمام تحقیقی کام "بورژوا خیال پرستی" کی ترویج و اشاعت میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اس لیے پرولتاری روسی محققین کو ان تحقیقات کا مطالعہ کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ لینن کے نزدیک یہ ہے کہ "بورژوا" مصنفین جس مواد سے اپنے تحقیقی نتائج اخذ کرتے ہیں وہ تاریخی جدلیت کے تصور سے عاری ہوتا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کی تحقیقات یہ بتلانے سے قاصر ہوتی ہیں کہ نظریات کی دنیا میں اسلام کا حقیقی کردار کیا رہا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سمرنوف کی زیرِ تذکرہ کتاب بھی اسی نقطۂ نظر کی غماز ہے اور انھوں نے بھی "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کا مطالعہ لینن ہی کے نقطۂ نظر سے کیا ہے اس کتاب کو لکھنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسلام شناسی کے سلسلے میں روسی محققین نے جو نئے نئے عناصر داخل کئے ہیں ان کا شرح و بسط کے ساتھ تعارف کرایا جائے اور مارکسی۔ لیننی نظریے کے تحت ان تمام غیر عقلی، غیر سائنسی اور عینی باتوں کو بے نقاب کیا جائے جن سے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علاوہ بریں اُن غلطیوں کی بھی نشاندہی کی جائے جو "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کی وجہ سے بعض روسی مورخوں اور فلسفیوں کے یہاں اسلام کی تعبیر توضیح اور تشریح کرتے ہوئے در آئی ہیں۔

سمرنوف نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انقلاب روس کے بعد "انقلاب مخالف اور رجعت پسند" طاقتیں، انقلابی قوتوں سے نبرد آزما ہونے لگیں، لینن نے اس نازک موقع پر اس بات پر زور دیا کہ جس حد تک ممکن ہو سائنسی بنیاد پر مذہب مخالف پروپیگنڈا کیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ لینن نے اس احتیاط کا بھی مشورہ دیا کہ مذہب مخالف پروپیگنڈا کرتے وقت نہ تو مذہب پر بڑھ بڑھ کر حملہ کیا جائے اور نہ مذہبی معتقدات ہی کے خلاف کوئی ایسی بات کی جائے جس کی وجہ سے اس کے ماننے والے برگشتہ خاطر ہو کر "خیالی لکا ڈھکانے والے مذہبی معتقدات" پر مجتمع ہو جائیں۔ اسی لیے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں اس زمانے میں بھی روس میں شائع ہوتی رہیں اور کم و بیش آج بھی یہ سلسلہ باقی ہے۔ اسی سلسلہ سخن میں سمرنوف نے امریکی سامراجیوں کو اس بات کے لیے قصوروار ٹھہرایا ہے کہ وہ

آج بھی اپنی نسلی اور غیر انسانی پالیسیوں کے جواز کے لیے مذہب ہی کو آلۂ کار بناتے ہیں اور اپنے اس عمل کے ذریعہ امن، جمہوریت، تمدن اور ترقی کی مخالفت میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ اس لیے سمرنوف کے خیال میں ان حالات کی وجہ سے تمام سوویتی مورخوں اور محققوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس سرمایہ داری سے کھل نبرد آزما ہوں جس کی نمائندگی اسلام کرتا ہے۔ بقول سمرنوف، مالنکوف نے پارٹی کانگریس کے انیسویں اجلاس میں اس سرمایہ داری کے بارے میں کہا تھا (کہ یہ سرمایہ داری) خود بخود نہ ختم ہوگی، یہ اب بھی زندہ و پائندہ ہے اور ممکن ہے آگے چل کر اس میں مزید اضافہ ہو۔ غالباً اسی لیے اسٹالن نے کہا تھا کہ کمیونسٹ پارٹی مذہب کے سلسلے میں غیر جانب دار نہیں رہ سکتی وہ مذہبی تعصب کے خلاف تحریک چلائے گی۔

سمرنوف نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں اُن کتابوں سے بحث کی ہے جو انقلابِ روس سے پہلے روسی مصنفین نے لکھی تھیں۔ اس باب کو سمرنوف نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا حصہ گیارہویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی تک کے زمانے کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے دوسرے حصے میں چودہویں صدی کے اواخر سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی تک کی کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقف ہے۔

مصنف کے قول کے مطابق روسیوں کو مشرق کے بارے میں جو اولین اطلاعات ملیں ان کا ماخذ بیشتر یونانی مصنفین کی تحریریں تھیں علاوہ بریں مختلف سفرناموں کے ذریعہ بھی ان کو بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ ان دو ماخذوں کے علاوہ روسیوں نے اپنے پڑوسی خانہ بدوش قبائل (غالباً تاجیکوں، ازبکوں، تاتاریوں، ترکوں، کرغیزیوں اور ترکنوں کی طرف اشارہ ہے) کے ذریعہ اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔ یہ جس زمانے کا ذکر ہے اُس زمانے کے روس میں کلیسا کو برتری حاصل تھی۔ چونکہ اسلام اور یہودیت دونوں ہی کو عیسائیت کا حریف و مدمقابل سمجھا گیا تھا اس لیے اس زمانے میں مذکورہ دونوں مذاہب کے مطالعے کا شوق بڑھا اور اس کے نتیجے میں بہت سی کتابیں عالم وجود میں آئیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہ تو اُس زمانے میں لکھی جانے والی کتابوں کے نام درج کئے ہیں اور نہ اُن کے مصنفین ہی کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں اس نے کراچ کوِسکی (KARCHKOVSKII) کی ایک کتاب "روس میں مطالعۂ علوم عربیہ کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ (مطبوعہ ۱۹۵۰ء) کا حوالہ دیا ہے جس میں زمانۂ زیر بحث کی تصانیف پر روشنی ڈالی گئی ہے تبصرہ نگار نے صرف اتنا بتلانے پر اکتفا کیا ہے کہ اس زمانے کی تصانیف زیادہ تر مسلمانوں کے

عقائد، اخلاقیات اور رسوم و رواج سے بحث کریں البتہ بعض بعض کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ناقدانہ جائزہ بھی لیا گیا تھا مگر اس نے یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ ناقدانہ جائزہ کس نوعیت کا تھا اس لیے ہم بھی اس سلسلے میں کوئی تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

چودہویں اور پندرہویں صدی عیسوی کے روس میں اسلام کا جو مطالعہ روسی مصنفین نے پیش کیا وہ اپنی کیفیت اور کمیت دونوں کی وجہ سے خاصہ اہم اور قابل لحاظ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب منگول اور خانہ بدوش قبائل مل جل کر اسلام کے جھنڈے تلے روس کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے اس جنگ کی وجہ سے روسیوں کے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ وہ اسلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے اس مذہب کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کریں اس لیے اس دور میں روسی مصنفین نے اسلام پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ جب ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس کو اپنے زیر نگیں کر لیا تو اسلام کے مطالعہ پر روسی مصنفین اور زور دینے لگے اور نئے نئے زاویوں سے اسلام کا مطالعہ کرنے لگے۔

اس سلسلے میں سمرنوف نے جس کتاب کو سب سے اہم قرار دیا ہے وہ اتانسی نی کی تن (ATANASI — NIKITIN) کی کتاب ہے جس کا نام "تین سمندر پار کا سفرنامہ" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۸ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے شائع بھی کر دی گئی ہے۔

سمرنوف کے قول کے مطابق پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز ہی سے بہت سی غیر ملکی زبانوں کی وہ کتابیں جو اسلام پر لکھی گئی تھیں روس میں ترجمہ ہونے لگیں۔ ان کتابوں میں سے بیشتر، سیرت سے متعلق تھیں اور چند کتابیں ایسی بھی تھیں جن میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں مفصل معلومات درج تھیں۔ ممکن ہے سمرنوف نے ان میں سے بعض کتابوں پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہو مگر چونکہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اِن میں سے کسی کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کی ہیں۔ اس لیے جب تک اصل کتاب سامنے نہ ہو اِن کتابوں کے مصنفین یا خود کتابوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی کا زمانہ وہ تھا جب کہ روسیوں نے آذربائیجان، ایران اور ترکی کی مسلمان حکومتوں سے سفارتی تعلقات قائم کئے اور ان ملکوں سے براہ راست تجارت بھی کرنے لگے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب روسیوں نے اس بات کی بھی کوشش شروع کی کہ ہندوستان کے مغل حکمرانوں سے ان کے تعلقات استوار ہو جائیں اور دونوں ملکوں میں آزادانہ تجارت بھی ہونے لگے ان اسباب کی بنا پر اسلام اور اسلامی ممالک کے بارے میں علم حاصل کرنے کا روسیوں کا جذبہ مزید بڑھا۔ اس دور میں اسلام پر کتابیں لکھنے کے علاوہ روسی مصنفین نے مسلمانوں پر بھی کتابیں لکھنی شروع کیں جن میں سے دو کتابیں

بہت اہم ہیں ایک تو تیمور اور اس کی فتوحات سے بحث کرتی ہے اور دوسری ترکوں کی تاریخ ہے جس کو ایک روسی محقق نے لکھا ہے۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اِن کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کی ہیں اس لیے ہمارے لیے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ کتابیں کس پائے کی ہیں اور کس حد تک روس کی اسلام شناسی کی پیش رفت میں ان کا حصہ ہے؟

سترہویں صدی عیسوی میں جب ترکوں نے بڑھ بڑھ کر روس پر حملے شروع کئے تو روسیوں کی یہ خواہش اور بڑھی کہ وہ اپنے "دشمن" کے مذہب اور کردار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں تاکہ ان کو اپنے ملک کی مدافعت میں آسانی ہو۔ اُس زمانے میں روس میں اسلام پر جتنی کتابیں لکھی گئیں اُن میں سے بیشتر کتابوں میں اسلام کا مطالعہ ترکی کے تناظر میں کیا گیا ہے اور اسلام کو اُس نقطۂ نظر سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے جس نقطۂ نظر سے ترک دیکھتے اور سمجھتے تھے۔

عمومی طور پر روس میں پیٹر اوّل (PETER I) کو اسلامی علوم کی پیش رفت اور ترقی کا بانی مبانی سمجھا جاتا ہے مگر سمرنوف اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ پیٹر اول کے زمانہ سے بہت پہلے روس کے لوگ اسلام سے بخوبی واقف تھے اور اس زمانے کی بہت سی سرگزشتیں، سفرنامے اور دیگر علمی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے روسی اور غیر روسی ماخذ کی مدد سے اسلام کے بارے میں حکمراں طبقے اور کلیسا کے خیالات کا پتہ چلتا ہے اور ان کتابوں کا خاص رجحان مسلمانوں کے عقائد کی نفی کرنا، ان کو غلط ثابت کرنا اور عیسائیت کے مقابلے میں جادۂ حق سے بھٹکا ہوا قرار دینا ہے اس لیے اِن کتابوں میں اسلام کو نہ برداشت کرنے کی روح جلوہ گر ہے اور ان کی زیریں لہر میں یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مملکت روس میں اِس مذہب کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا جائے۔

روسیوں کے اس جذبے کی تسکین کے لیے ۱۷۰۱ء میں ایک مخصوص اسکول قایم کیا گیا جس کا خاص مقصد مشرقی زبانوں کا مطالعہ اور اُس کے ذریعے سے خود اسلام کا مطالعہ قرار دیا گیا تھا۔ اسی ادارہ کی طرف سے روس میں قرآن پاک کا سب سے پہلا روسی ترجمہ شایع کیا گیا اس کے علاوہ حکمراں کے حکم کے مطابق نظام اسلام پر بھی ایک کتاب پیٹرزبرگ سے ۱۷۲۲ء میں شایع کی گئی۔ اُسی زمانے میں پیکنگ میں بھی اسی طرح کا ایک مذہبی ادارہ قایم کیا گیا اِس ادارہ نے بھی اسلام کے بارے میں تحقیقی کتابیں شایع کیں جن کو سمرنوف کسی خاص وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سمرنوف کے تجزیے کے مطابق اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں روس کی سیاست ایک بحران سے دوچار ہوئی اس بحران کی وجہ سے ایک نیا بورژوا گروہ اور ایک نیا روشن خیال طبقہ

روس میں عالم وجود میں آیا۔ اِن دونوں طبقات نے روس کی سماجی اور سیاسی زندگی پر اپنا اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے روشن خیال طبقے کے دو افراد کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جن کے نام لومونوسوف (LOMONOSOV) اور رڈش چیف (RADISH CHEV) ہیں۔ اول الذکر نے مادی روایات کی بنیاد ڈالی اور ثانی الذکر نے اپنی ساری توجہ مشرق کے لوگوں کے مطالعہ پر مرکوز کی۔ سمرنوف کے قول کے مطابق اِس عہد میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر پر کلیسائی نقطۂ نظر کا غلبہ تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کچھ کتابیں ایسی بھی معرضِ وجود میں آئیں جن کو ترقی پسندانہ تصانیف کہا جا سکتا ہے۔ تبصرہ نگار نے دونوں طرح کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں اور ان کے مصنفین کی بھی نشان دہی کر دی ہے جن کتابوں کو اس نے ترقی پسندانہ کتابیں قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا براہِ راست تعلق اسلام سے نہیں ہے بلکہ یہ کتابیں قفقاز، امارتِ بخارا اور قدیم وسطِ ایشیا کے عوام پر لکھی گئی ہیں جن میں اسلام کا تذکرہ ضمناً ہوا ہے۔ جب نیکولا اوّل (NICOLAS I) کی روس پر حکمرانی ہوئی تو یہ ترقی پسندانہ رجحان روبہ زوال ہونے لگا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اِس دور کے مستشرقین اپنی کتابوں میں اسلام کے بارے میں صرف سرکاری نقطۂ نظر پیش کرتے۔ اسی زمانے کے مشہور روسی شاعر پوشکن نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ایک کتاب "معنوی قرآن" کے نام سے لکھی۔ بقول سمرنوف یہ وہ پہلا ادبی کارنامہ تھا جس کی وجہ سے روس کے لوگ (غیر مسلموں سے مراد ہو گی) قرآن سے واقف ہوئے۔

اِسی سلسلۂ سخن میں پروفیسر بری زن کے تحقیقی کاموں کا حوالہ دیا گیا ہے مگر پروفیسر بری زن (BEREZIN) کے بارے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ تھا۔ بقول سمرنوف پروفیسر مذکور اس بات کو نہ سمجھ سکا کہ مریدیت کی تحریک نے جس کی ابتدا شامل نام کے ایک شخص نے قفقاز میں کی تھی روس کی سیاسی پیش رفت میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ سمرنوف نے اس بات کی بھی نشاندہی کی ہے کہ بری زن نے غلطی سے مریدیت کی تحریک کو اسلام سے جداگانہ اور اسلام مخالف تحریک قرار دیا ہے حالانکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے اور وہ اِس بات کو بھی نہیں سمجھ سکا ہے کہ اس تحریک کو "ترکی اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی" سمرنوف نے بری زن کی کتاب پر رائے زنی کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ "وہ بھی اپنے دیگر معاصر مصنفین کی طرح اس نکتہ کو فراموش کر گیا ہے کہ مریدیت کی تحریک میں رجعت پسندانہ پہلو پوشیدہ تھے، اس تحریک نے فرد کی شخصیت کو امام اور امام کو خلیفہ کا ایسا تابع بنا دیا تھا کہ فرد کی اپنی شخصیت معدوم ہو کر رہ گئی تھی"۔ سمرنوف کے خیال

کے مطابق یہاں خلیفہ سے مراد ترکی کا سلطان ہے۔ غالباً سمرنوف کو مریدیت کی تحریک میں 'پان ترکیت' کے اجزا نظر آئے اسی لئے انھوں نے اس تحریک کو رجعت پسندانہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ بری ژن کی اس کتاب پر اس پہلو سے اعتراض کرنے کے باوجود انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ درج بالا کتابیں بہ ہر حال معلومات کا خزانہ ہیں ان سے مفید مطلب نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں اور ان کے ذریعے بہت سے حقائق کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد سمرنوف نے روس کے مذہب مخالف رجحان (غالباً اسلام مخالف) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس تحریک کو چلانے والے "انقلابی جمہوریت پسند" کے نام سے موسم تھے۔ یہ تحریک ۱۸۴۰ء سے ۱۸۶۰ء تک اپنے عروج پر رہی جو مصنفین اس تحریک کے زیر اثر آئے اور انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں لکھیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ بیلنسکی (BELINSKII)، ہرزن (HERZEN) چرنی شی وسکی (CHERNYSHEVSKII)، دوبرولیوبوف (DOBROLYUBOV) اور پیساریف (PISAREV) ان میں سے دوبرولیوبوف نے خاص طور سے اسلام کو اپنے مطالعے کا موضوع بنایا اور اسلام کی مخالفت میں کتابیں لکھیں۔ واشنگٹن ارونگ (WASHIGTON IRVING) نے ایک کتاب "حیات محمدؐ" کے نام سے لکھی تھی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے دوبرولیوبوف نے آں حضرتؐ کی شخصیت کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ "یہ شخصیت تاریخی وقوعات کی شاہ کمانی (MAIN SPRING) نہیں ہے۔" دوبرولیوبوف کی ساری تصانیف اور مقالے اُس کے اسی مرکزی خیال کے گرد گھومتے ہیں۔ سمرنوف نے دوبرولیوبوف کے ایک مقالے کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس میں اس نے قفقاز پر روسی حملے کی اہمیت پر قلم اٹھایا ہے۔ اس مقالے میں دوبرولیوبوف نے مریدیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں سمرنوف کا خیال ہے کہ "متعدد روسی مورخین کے مقابلے میں دوبرولیوبوف کا یہ مقالہ مریدیت کے بارے میں حقائق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کی فہم و فراست کا بھی غماز ہے"۔ اس مقالے میں دوبرولیوبوف نے یہ بھی لکھا ہے "مریدیت کسی بھی لحاظ سے کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ یہ اسلامی عقائد اور اعمال پر مبنی ہے جس سے قفقاز کے کوہستانی لوگ ایک عرصے سے واقف تھے لیکن اس زمانے تک قفقاز کے کوہستانی اُس پر عامل نہ تھے"۔ اس مقالے کے آخر میں دوبرولیوبوف نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار کے قول کے مطابق یہ ہے "قفقاز کی تاریخ ہمارے سامنے جو حقائق پیش کرتی ہے اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ (یہ وقوعات) نہ تو شامل جیسی شخصیت کے ناگہانی ظہور سے عالم وجود میں آئے اور نہ مریدیت کے سخت عقائد ہی نے روس کے خلاف

قفقازیوں کے دل میں بغاوت کا جذبہ بھڑکایا۔ اس بغاوت کا اصل سرچشمہ قفقازیوں کی روسی غلبہ کے خلاف نفرت کا جذبہ ہے۔"

سمرنوف نے ایک آذربائجانی، مرزا فتح علی آخوندوف (۱۸۱۲ – ۱۸۷۸ء) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس کی اسلام مخالف کتابیں روس کے اسلام مخالف طبقے کے نظریات کی تقویت کا سبب بنتی رہیں اور ان کو اسلام مخالفت کی راہ دکھاتی رہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہ تو فتح علی آخوندوف کی کتابوں کے نام لکھے ہیں اور نہ ہی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس کی اسلام مخالفت کس نوعیت کی تھی۔ اس لئے ہم اس کے بارے میں مزید کچھ کہنے سے قاصر ہیں البتہ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں نام نہاد مسلمانوں میں ایک چھوٹا سا ایسا طبقہ ضرور پیدا ہو چکا تھا جو اسلام مخالفت میں غیرمسلموں کا ساتھ دے رہا تھا۔ اسی طرح اسی عہد کے ایک قازق، چوکن ولی خانوف (۱۸۳۵ — ۱۸۶۵ء) کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کو اس صدی کے اہم مصنفین میں شمار کرتے ہوئے اس کی اس کتاب کا خاص طور سے تذکرہ کیا گیا ہے جس میں اس نے اسلام کے اس رول پر سخت تنقید ہے جو اسلام نے وسط ایشیا کے زار شاہی روس کے قبضے میں آنے سے پہلے وسط ایشیا میں انجام دیا تھا۔ ولی خانوف کا ایک معاصر، ابراہیم ال تن سرین (IBRAHIM ALTYNSARIN) (۱۸۴۱ – ۱۸۸۹ء) جو ولی خانوف ہی کی طرح ایک قازق تھا، اس صدی کا دوسرا اسلام دشمن مصنف ہے۔ ابراہیم کے سلسلے میں تبصرہ نگار نے کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کی ہیں اس کی کتابوں کا بھی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا کہ اس کی اسلام دشمنی کس نوعیت کی تھی؟

دوبرولیوبوف اور آخوندوف کی تحریروں کو سمرنوف نے بہت سراہا ہے اور ان کو روسی ادبیات کا سائنسی ادب قرار دیتے ہوئے ان کی معنویت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ قدیم زمانہ ہی سے روس میں اسلام شناسی کے عنوان سے جو کام ہوئے ہیں وہ زیادہ تر مذہب مخالف تھے۔ ان کتابوں کا اصل مقصد اسلام کے نظام، عقائد اور اس کی اصل اور بنیاد پر اعتراضات کا انبار لگانا اور اس کی من مانی توضیح، تشریح، اور تعبیر کرنی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ روس کی سیاست خود ایک بحران کا شکار تھی، اسلام مخالفت کی لہر میں خاصی جولانی آئی اور اس کو طوفانی بنانے میں بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی حصہ لیا جن میں سے چند کے نام اوپر درج کیے جا چکے ہیں۔

سمرنوف نے اپنی کتاب کا دوسرا باب "عہد سرمایہ داری میں اسلام کا مطالعہ" کے عنوان سے

لکھا ہے۔ یہ باب دو ذیلی عنوانات پر منقسم ہے۔ پہلا ذیلی عنوان اُن تحریروں سے بحث کرتا ہے جو مارکس اور اینگلز نے اسلام پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھی ہیں۔ دوسرے ذیلی عنوان کے تحت سنہ ۱۸۶۰ء سے سنہ ۱۹۵۸ء تک اسلام پر ہونے والے کاموں کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم درج ذیل سطور میں دونوں ذیلی عنوانات کی اہم باتوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے ذیلی عنوان کے تحت سمرنوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے مارکس اور اینگلس کی تصانیف میں اسلام کے بارے میں جو حوالے ملتے ہیں اُن سب کو جمع کر دیا ہے اس کے بعد انھوں نے اینگلز کی کتاب "ابتدائی عہد کی عیسائیت کی تاریخ کا ایک تعارف" سے ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے اس ذیلی عنوان کو ختم کر دیا ہے۔ اینگلز کے اقتباس میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کو مشرق کے لوگوں بالخصوص عربوں نے اختیار کیا ہے اس کے ماننے والے اگر ایک طرف وہ شہری ہیں جن کا پیشہ تجارت ہے تو دوسری طرف وہ صحرا نورد قبائل ہیں جو بدو کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی کی وجہ سے وقفہ وقفہ سے ان دونوں طبقات میں تصادم ہوتے رہے، شہری افراد روز بروز امیر سے امیر تر ہوتے گئے، تعیشات کے متوالے بنتے گئے پھر نوبت یہاں تک پہونچی کہ احکام شریعت کی بجا آوری سے کوتاہی برتنے لگے۔ دوسری طرف بدّو غریب کے غریب رہے اور اپنی غربت کے نتیجے میں اپنے عقائد میں پختہ سے پختہ تر ہوتے گئے، انھوں نے اپنے اخلاقی نظام سے سرِ مُو انحراف نہیں کیا اور مذکورہ تعیش پسند مسلمانوں سے نہ صرف برگشتہ خاطر ہوگئے بلکہ نفرت بھی کرنے لگے۔ اسی نفرت کے جذبے کے تحت وہ ایک پیغمبر (مہدی) کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تاکہ اسلام کے ان گمراہوں کو سزا دے کر اسلام کے عقائد و اعمال کی عظمت رفتہ کو بحال کریں اور اس کے نتیجہ میں ان منحرفوں کی دولت پر قبضہ کریں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ سو سال کے بعد وہ خود اس عالم میں آگئے جس میں ان کے حریف مبتلا تھے، اس لیے عقائد کی ایک نئی تاویل و تفسیر لازمی قرار پائی..... پھر ایک پیغمبر (؟) اٹھا اور وہی کھیل نئے سرے سے کھیلا گیا ــــ یہ تحریکیں مذہب کی غیر واضح دھند سے نمودار ہوتی ہیں مگر ان تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کا اصل سبب معاشی ہوتا ہے لیکن جب بھی یہ تحریکیں کامیاب و کامران ہوتی ہیں تو وہ گزشتہ معاشی حالات پر کوئی اثر ڈالے بغیر گزر جاتی ہیں۔

اینگلز کے درج بالا خیال پر نقد و تبصرہ کا یہ محل نہیں ہے نہ ہی مہدیت کی تاریخ دھرانے کی یہاں کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے اینگلز کی اس تحریر کے حوالے سے صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ اسلام کی کس کس طرح تعبیر و تشریح کی گئی ہے اور اس کے نظام عقائد و اخلاق کے ڈانڈوں کو کس طرح معاشیا

سے ملانے کی کوشش ہوتی رہی ہے، اس کے باوجود وہ طبقہ جو خود کو اسلام کا امین کہتا ہے ان تشریحات کا جواب دینا تو درکنار ان کے وجود سے بھی بے خبر ہے۔ سمرنوف نے مارکس اور اینگلز کی جو تحریریں اس مختصر سے حصے میں نقل کی ہیں ان کا لب لباب صرف اتنا ہے کہ بورژوا طبقہ مذہب کے ذریعے عوام کا استحصال کرتا رہا ہے، اس طرح درپردہ وہ حکومت وقت کا بھی آلۂ کار بنتا اور عوام کو یہ سبق پڑھاتا کہ تم دنیاوی زندگی کے شداید جھیلے جاؤ تاکہ تم کو آسمانی دنیا میں راحت وسکون مل سکے۔ اس نقطۂ نظر پر علمی انداز سے بحث کی جا سکتی ہے اور یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ مذہب پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں اُن کی اصلیت کیا ہے؟ لیکن چونکہ اس وقت روس میں اسلامیات پر ہونے والے کاموں کے بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے اس لیے اس بحث سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

اس باب کے دوسرے حصے میں سمرنوف نے ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۸۹۰ء تک کی اُن اہم تصانیف کا جائزہ لیا ہے جن کا کسی نہ کسی طرح اسلام سے تعلق ہے۔ مصنف نے اس باب کی ابتدا میں یہ بات واضح کی ہے کہ سرمایہ داری کے عروج کے ساتھ ساتھ طبقاتی کشمکش بھی بڑھ گئی جس نے روس کے تمدن اور شرقیات کے مطالعے سب ہی کو متاثر کیا۔ یہ تو درست ہے کہ اس دور میں علم کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی مگر اس دور کے علم کا فریضہ یہ تھا کہ وہ "زاریت" اور اس کی نوآبادیاتی پالیسیوں کی نہ صرف مدافعت کرتا رہے بلکہ اس کو حق بجانب بھی قرار دیتا رہے، اِسی وجہ سے بقول سمرنوف عینی فلسفہ اور مذہب پر خاصا کام ہوا لیکن اس کے باوجود سمرنوف کے نزدیک علم کی ترقی رک گئی اور اُس زمانے کے روسیوں کی علمی روایت کوئی ترقی پسندانہ اقدام نہ کر سکی۔ وہ مصنفین جو مارکس اور اینگلز کی تحریروں سے متاثر تھے اور ان کی روشنی میں شرقیات پر مزید کام کر سکتے تھے ان کو حکومت کی طرف سے اس کام سے باز رکھا گیا اور ان کو اس بات کی اجازت نہ دی گئی کہ وہ لوگ اُس زمانے کے مشرقی ممالک کے لوگوں، ان کے تمدنی اور معاشی مسائل کے بارے میں کوئی تحقیقی یا علمی کام کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زارِ روس حکومت عوامی تمدن کے تصور سے خوف زدہ تھی۔ مشرقی ممالک میں رہنے والوں کے سلسلے میں اس زمانے کے بہت سے روسی مصنفین کا رویہ معاندانہ اور مخاصمانہ تھا اور وہ لوگ مشرقی ممالک کے افراد کو "نیچ ذات" کے لوگ تصور کرتے تھے۔ اس زمانے کے جن روسی مستشرقین کے تحقیقی کام اہمیت کے حامل ہیں اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں: گریگوریف (GRIGOREV) کاظم بک روزن (ROZEN) سب لوکوف (SUBLOKOV) زوکوسکی (ZHUKOVSKII) بقول سمرنوف، ان مصنفین کی تصنیفات بالعموم اسلام کے سیاسی اور سماجی افکار واعمال سے بحث کرتی ہیں، یہ

تمام مباحث مصنفین کے براہِ راست مطالعوں کا نتیجہ ہیں مگر ان میں "سائنسی نقطۂ نظر" کا فقدان ہے۔ اسی زمانے کے ایک مصنف والدی میر سولوئیف (VALDI MIRSOLVYEV) کی کتاب "محمدؐ، حیات اور مذہبی تعلیمات" کا سمرنوف نے بطورِ خاص تذکرہ کرتے ہوئے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو انھوں نے مصنف کی اہمیت گھٹانے کے لئے مصنف کو صوفی اور فلسفی کے لقب سے نوازا ہے بعد ازاں حقائق کے نقطۂ نظر سے انھوں نے اس کتاب کو بے قدر و قیمت قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ خدا پر اندھا اعتقاد رکھنے والوں، رجعت پسندوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشن کو خدائی مشن جاننے والوں میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اس لیے سائنسی نقطۂ نظر سے یہ کتاب بے قدر و قیمت ہے علاوہ بریں اس کتاب میں مذہب اسلام کی تشریح و تعبیر چونکہ مادی نقطۂ نظر سے نہیں کی گئی ہے اس لیے اِس کتاب کی مزید ترویج و اشاعت سے اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ روس میں "مطالعات علوم اسلامیہ" کو نقصان پہونچائے گی۔ سمرنوف نے صرف انہی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے مشہور روسی مستشرق بارتھولڈ سے بھی شد و مد کے ساتھ اختلاف کیا ہے جنھوں نے لکھا تھا، "سولوئیف کی کتاب روسی زبان میں سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں بہترین کتاب ہے"۔ سمرنوف نے بارتھولڈ کے اس خیال کو ان کی غلطی سے تعبیر کیا ہے اور اِس کی وجہ اُن کے اُس نقطۂ نظر کو قرار دیا ہے جو بارتھولڈ تاریخی عمل کے بارے میں رکھتے تھے۔

سمرنوف نے اس طرح چھیالیس کتابوں سے بحث کی ہے یہ ساری کی ساری کتابیں ۱۸۵۲ء سے لے کر ۱۸۹۸ء تک کے عرصے میں لکھی اور شائع کی گئی تھیں۔ ان تمام کتابوں کے مواد کو سمرنوف نے نہ صرف غیر سائنسی قرار دیا ہے بلکہ اُن کا شمار اُن کتابوں میں کیا ہے جن کو روس کی زارشاہی نے اپنے آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا۔ سمرنوف کی اطلاع کے مطابق یہ کتابیں "مشنری اور مسلم مخالف شعبہ" کی طرف سے شائع کی گئی تھیں جس ادارہ کی طرف سے یہ کتابیں شائع کی گئی تھیں اُس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ اِن کتابوں کا مقصد اصل و حقیقی اسلام کا مطالعہ نہ رہا ہوگا بلکہ یہ کتابیں اس لیے لکھی گئی ہوں گی کہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں اُن کے مذہب کے خلاف شک و شبہات پیدا کر کے اُن میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے۔ غالباً اِسی وجہ سے اِن تمام کتابوں کو سمرنوف نے غیر سائنسی رویہ کی حامل کتابیں کہا ہے۔

اگرچہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر حصہ میں بہت سے بورژوا مصنفین نے اپنے شرقیات کے علم میں خاصا اضافہ کر لیا تھا اور اپنے مطالعے کے نتیجے میں اچھی خاصی تعداد میں کتابیں بھی لکھی تھیں، لیکن ان کتابوں پر سمرنوف کو یہ اعتراض ہے کہ یہ کتابیں نہ صرف یہ کہ فلسفیانہ نوعیت کی ہیں بلکہ عینی فلسفہ کی غمازی بھی

کرتی ہیں۔ اس لیے ان مصنفین کے طریق مطالعہ اور ان کے خیالات سے "ترقی پسند" مصنفین نے اختلاف کیا جن کو اُس زمانے میں "انقلابی جمہوریت پسند" کہا جاتا تھا۔ عمومی طور پر اس دور میں اسلامیات پر جو کام ہوئے ہیں ان کو عام روسی تحقیقات سے کہیں فروتر اور پست سطح کا قرار دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا تیسرا باب ۱۸۹۵ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے اِس دور کو سمرنوف نے خسروی دور سے موسوم کیا ہے۔ اس باب کے ابتدائی حصہ میں لینن اور اسٹالن کی ان تحریروں کی تعبیر و تشریح کی گئی ہے جو "مذہب اور قومی کلچر" کے موضوع پر ہیں۔ لینن اور اسٹالن دونوں کی تحریریں مسلسل اس بات پر زور دیتی ہیں کہ وہ مذاہب جو مستقل بنیادوں پر قائم ہیں ان کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کرنی چاہیے تاکہ ہر قوم اور ہر ملت میں ایک جمہوری سوشلسٹ تمدن عالم وجود میں آئے کیونکہ یہ مذاہب اُن عوام کا استحصال کر رہے ہیں جو پہلے ہی دبے دبائے، کچلے کچلائے ہیں۔

لینن نے اس سلسلے میں خاص طور سے اسلام کا نام لیا ہے اور مشرقی عوام کے لیے کہا ہے کہ صرف سامنتی حکمراں، زمین دار اور بورژوا طبقہ ہی ان کا استحصال نہیں کر رہا ہے بلکہ مذہب اسلام بھی نہ صرف یہ کہ ان کا استحصال کر رہا ہے بلکہ دوسرے استحصال کرنے والوں کا معاون و مددگار بھی ہے۔

سمرنوف نے اِس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خسروی دور میں زاریوں نے "قومی آزادی" کی جو جنگ چھیڑی تھی اُس کے اثرات اُس زمانے کی روسی بورژوائی تاریخ نویسی پر بہت گہرے پڑے ہیں۔ اِس دور میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلے حصے میں تو آسٹرو موف (OSTROUMOV) چیری ونسکی (CHAREVANSKII) اور زویتکوف (TSVETKOV) کی کتابیں آتی ہیں۔ ان مصنفین کے بارے میں خاص طور سے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یہ لوگ "شاہی رجعت پسند کیمپ" سے چپکے ہوئے ہونے کے ساتھ ساتھ کلیسا کے بھی معاون و مددگار تھے۔ دوسرے حصے میں روزن، بارتھولڈ، زوکوسکی اور مدنیکوف (MEDNIKOV) کی کتابیں شامل ہیں۔ اِن مستشرقین کو "نام نہاد علمی مستشرق" قرار دیا گیا ہے اور ان کو جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کو غیر سیاسی مقام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جہاں تک دوسرے گروہ کے مصنفین کی تحریروں کا تعلق ہے ان کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ تحریریں تاریخی عمل کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ ان کے مصنفین نے نہ تو طبقاتی کشمکش کو سمجھا ہے اور نہ ہی عوامی مسائل کو۔ علاوہ بریں انھوں نے نہ تو اسلام کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور نہ ہی اس کو صحیح طور پر (مصنف کے نقطۂ نظر سے) پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ سمرنوف

نے بارتھولڈ، کریمسکی (KRYMSKII) اور کراچکوسکی (KARCHKOVSKII) کی تصانیف کو روسی مصنفین کے لیے اہمیت کا حامل بتلایا ہے، لیکن اس کے باوجود کراچکوسکی کی تصنیف پر یہ کہہ کر اعتراض کیا ہے کہ اُس کی تحریروں میں بہت سے وہ عناصر ملتے ہیں جو بورژوا مصنفین کی تحریروں کا خاصہ ہیں۔ مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح بورژوا مصنفین غیر ملکی مستشرقین کی کتابوں سے استفادہ کر کے نتائج اخذ کرتے ہیں اُسی طرح کراچکوسکی نے بھی کیا ہے اس لیے سمرنوف کے نزدیک اُس کی کتاب ناقص ہو کر رہ جاتی ہے۔

سمرنوف نے "سیاسی مصنفین" اور روس کے سب سے بڑے مستشرق بارتھولڈ کے کارناموں کا جائزہ لینے سے پہلے دوسرے طبقے کے بعض مصنفین کی تصانیف کا مبسوط و مفصل جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے روزن کا بھی نام لیا ہے۔ روزن نے خود اسلام پر کسی غیر معمولی اہمیت کی حامل کتاب نہیں لکھی ہے لیکن اس کی اہمیت دو وجوہ سے ہے اول تو یہ کہ "قازان کی مذہبی اکیڈمی" کی طرف سے جو اسلام مخالف لٹریچر شائع کیا جاتا تھا اس پر اُس نے ایک بھرپور اور موثر تنقید لکھ کر اُس لٹریچر کی خامیوں کو اجاگر کیا ہے، دوم یہ کہ اُس نے ایسے شاگردوں کی تربیت کی جو آگے چل کر علم کی دنیا میں نہایت نام آور ہوئے اور اپنے گہرے علمی نقوش روسی زبان و ادب پر چھوڑ گئے۔ روزن کے شاگردوں میں مدنیکوف، اے۔ای۔شمد شی بونن (SHEBUNIN) اور کراچکوسکی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں میں شمد نے "ایک مذہب کی حیثیت سے اسلام کی تاریخ کا مجمل خاکہ" کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا جو "میر اسلام" (دنیائے اسلام) نامی رسالہ میں شائع ہوا۔ شمد کے علاوہ کریمسکی نے بھی اسلام پر متعدد کتابیں لکھیں جن کے نام سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہیں لکھے ہیں۔ کریمسکی اپنے تبحر علمی کے باوجود اسلام کے اُس اصل و حقیقی مقام کو متعین کرنے میں ناکام رہا ہے جو اس کو مشرقی عوام میں حاصل تھا لیکن اس کے باوجود اس کی تحریریں اپنی جگہ پر انتہائی اہمیت کی حامل ہیں اور اُن کے مطالعے سے اس زمانے کی روسی فکر کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اس دور میں بابیوں اور بہائیوں پر بھی متعدد روسی عالموں نے کتابیں لکھیں بتشکوف (BAT-YSHKOV)، امانتس (UMANETS)، زوکوسکی اور باکولن کے نام اِس ضمن میں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ تبصرہ نگار کے قول کے مطابق باکولن اور بعض دوسرے مصنفین بہائیت اور بابیت کے فرق کو نہ سمجھ سکے اور خلط مبحث کا شکار ہو گئے۔ ان کی نظر اس بات تک مطلق نہ پہونچ سکی کہ بابیت اور بہائیت دونوں کے الگ الگ اصول و عقائد ہیں۔ باکولن نے اپنی کتاب میں اس بات کی بھی کوشش

کی ہے کہ وہ ناصر الدین شاہ قاچار کے قتل کے جرم سے بابیوں کو بری کردیں۔ باکولن کی بہائیت پر جو کتاب ہے اس کو وہ مکمل نہ کرپائے تھے کہ ان کی موت ہوگئی۔ ان کے مرنے کے بعد زوکوسکی نے ان کے جمع کردہ مواد کو مرتب کرکے شائع کیا۔ اِس کتاب کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک ایسا خط بھی حوالہ کے طور پر نقل ہوا ہے جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فارسی کی مشہور اور مقتول شاعرہ، قرۃ العین طاہرہ کا دستخطی ہے۔ بابیوں اور بہائیوں کے علاوہ اس دور میں روسی زبان میں اسماعیلیوں پر بھی کئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے دو مصنفین بوبرنسکی (BOBRINSKII) اور سمرنوف کی کتابیں علمی حلقوں میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ سمرنوف نے ۱۹۱۲ء میں 'دنیائے اسلام' میں شغنان کے اسماعیلیوں کے مذہبی معتقدات پر ایک مقالہ شائع کیا تھا جس کی علمی حلقوں میں خاصی پذیرائی ہوئی تھی۔ اِسی زمانے میں بعض اور اہم کتابیں روسی عالموں کے قلم سے عالم وجود میں آئیں مثلاً کزلنکی کی کتاب "اسلام میں تصوف" (سمرقند ۱۹۰۶ء) اور کے۔ سمرنوف کی کتاب "اہلِ ایران — ایرانی مذہب کا ایک مجمل خاکہ" (تفلس ۱۹۱۵ء) خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار کی تحریر پڑھ کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کزلنکی نے اسلامی تصوف کی مختلف شاخوں پر نظر ڈالتے ہوئے "درویشیت" سے خاصی بحث کی ہے اور اُس کو منفی رجحانات کا حامل قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود تبصرہ نگار کو یہ شکایت باقی رہتی ہے کہ وہ تصوف کے اُس غلط پہلو کا پردہ فاش کرنے میں ناکام رہے ہیں جس نے مشرقی ممالک کے عوام کو رجعت پسندانہ خیالات کا حامل بنا دیا ہے۔ سمرنوف نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کا مواد زیادہ تر فارسی ماخذ سے حاصل کیا ہے لیکن تبصرہ نگار کے نزدیک سمرنوف نے اسلام اور شریعت کے بارے میں اِس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ "قدیم وضع" کا ہے اِس کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ غیر ملکی مصنفین کی رایوں سے اتنا متاثر ہوگئے ہیں کہ اسلام اور شریعت کے بارے میں خود اپنی کوئی رائے قائم نہیں کرسکے ہیں۔ سمرنوف کی دوسری اہم کتاب جو اسی دور کی یادگار رہی ہے۔ "درویش اور ان کا سیاسی کردار" کے نام سے لکھی گئی ہے۔

سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اِس بات کی طرف خاص طور سے اِشارہ کیا ہے کہ جب ۱۹۰۵ء میں روس کا پہلا انقلاب ناکام ہوگیا تو زارشاہی نے اپنی ساری طاقت و قوت کو مجتمع کرکے روس کی کمیونسٹ پارٹی اور پرولتاریوں سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اِس زمانے میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں روس میں لکھی گئیں اُن میں سے بیشتر میں اس خوف و خطر کا اظہار کیا گیا کہ "اسلامی قوتیں" ابھر رہی ہیں اور یہ روسیوں کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں سنٹرل ایشین ریویو

کے تبصرہ نگار نے جیریونسکی کی کتاب "دنیائے اسلام اور اس کی بیداری" کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "ہم کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ کوئی مستقل بنیاد پر قایم ہونے والا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک مذہبی اور سیاسی ادارہ ہے جو اپنے کُلّی اور عالمگیر ہونے کا مدعی ہے جو کسی اور مذہب کا ادعا نہیں ہے"۔ اس کتاب میں مصنف نے پے در پے اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ اسلام کو عیسائیت کے مقابلے میں فروتر ثابت کرے اور اس بات پر زور دے کہ جب تک قرآن اسلامی دنیا میں رہنمائے مطلق کی حیثیت سے باقی رہتا ہے اُس وقت تک نہ تو دنیائے اسلام کی بیداری کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس بات کی کہ وہ مسیحیت کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کرے گی۔ اس خیال کی بازگشت اُن تمام کتابوں میں ملتی ہے جو خسروی دور کے روس میں اسلام پر لکھی گئی ہیں۔ اِسی نوعیت کی ایک اور کتاب قابل ذکر ہے جس کو زوتکوف (TSVETKOV) نے "اسلام" کے نام سے چار جلدوں میں لکھا ہے۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس کتاب کے مواد کو بہر حال دلچسپ مواد قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کتاب کا بیشتر مواد اپنے وسط ایشیا کے عارضی قیام کے زمانے میں جمع کیا تھا۔ تبصرہ نگار نے اِس سے زیادہ اس کتاب کے بارے میں معلومات درج نہیں کی ہیں جس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کس حد تک اسلام مخالف کتاب ہے۔

اِس دور کا ایک دوسرا مصنف این۔ ٹی۔ آسٹروموف (N.T. OSTROUMOV) اسلام مخالفت کے علاوہ مسلمان مخالفت میں بھی پیش پیش تھا۔ آسٹروموف، زار روس کی نوآبادیاتی پالیسی کا پرجوش مبلغ تھا اور اس کی ساری کوشش یہ تھی کہ غیر روسی اقوام (ترک، تاتار، تاجیک، ازبک، ترکمن وغیرہ جو سب کے سب مسلمان تھے) میں نہ تو اپنی قومیت کی شناخت کا کوئی جذبہ پیدا ہونے پائے نہ ہی وہ اپنے تمدن کے تحفظ کی طرف مائل ہوں نہ ان کی زبان ایک آزاد زبان کی حیثیت سے پیش رفت کی راہوں کو طے کرنے پلائے۔ اُن کے عوام کی جہالت اپنی جگہ برقرار رہے اور جس طرح بھی ممکن ہو ان تمام اقوام کو "روسیا" لیا جائے تاکہ ان کی شناخت باقی نہ رہ سکے۔ آسٹروموف نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک کے پانچ برسوں کے عرصے میں متعدد کتابیں لکھیں جو اُس کے اِسی نقطۂ نظر کی غمازی کرتی ہیں۔ اس کی کتابوں کا نقص یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ کتابیں اُس کے مخصوص مذہبی رجحانات کی ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے تنقیدی محاکموں سے عاری بھی ہیں وہ نہ تو نئے سائنسی طریق تحقیق سے واقف ہے اور نہ اسلام کے اصل اور بنیادی ماخذ ہی سے۔ اِسی وجہ سے اس کی ساری کتابیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

سمرنوف نے اِن مصنفین کا ذکر کرنے کے بعد روس کے سب سے بڑے مستشرق، بارتھولڈ

کی تحقیقات وتصانیف کا بڑے مفصل انداز سے جائزہ لیا ہے۔ بارتھولڈ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور انقلاب روس کے بارہ سال کے بعد ۱۹۳۰ء میں مرے۔ اس طرح ان کو دو طرح کے نظام حکومت کو دیکھنے اور ان کے تحت زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ بارتھولڈ کا اصل موضوع تحقیق "تاریخ اور بالخصوص مشرقی ممالک کی تاریخ ہے۔ ان کی تاریخی تصانیف خواہ وہ زار روس کے عہد کی ہوں خواہ انقلاب کے بعد کے عہد کی، آج بھی تاریخ دانوں کے حلقوں میں عزت واحترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کی شہرت ہے۔ مشرقی ممالک پر مسلسل کام کرنے کی وجہ سے ان کو اسلام سے بھی واقفیت ہوئی اور انھوں نے اس واقفیت کے نتیجے میں اسلامیات پر بعض ایسی کتابیں لکھیں جو روس کی مطالعۂ علوم اسلامیہ کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بقول بمرنوف، اگرچہ انھوں نے انقلاب روس کے بعد بارہ برسوں تک ایک محقق کی حیثیت سے بہت قابلِ قدر کارنامے انجام دیئے، بالخصوص اِن بارہ برسوں میں انھوں نے سوویت روس کی مشرقی ریاستوں کے عوام کی تاریخ پر تحقیقی کاموں کا انبار لگا دیا اس کے باوجود اس زمانے میں بھی ان کو ایک بورژوا عالم سمجھا جاتا تھا اور آج بھی انھیں مستشرقین کے بورژوا مکتب فکر کا ایک نمائندہ قرار دیا جاتا ہے۔ اِس مقام پر ہم بارتھولڈ کے تاریخی نظریات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اسلام کے بارے میں ان کے نظریے کو ایک جملہ میں بیان کرتے ہیں "اسلام نہ تو کسی مخصوص مبحث فکر کا حامل ہے اور نہ ہی سماجی رشتوں کا پابند۔ اپنے اسی نقطۂ نظر کی وجہ سے وہ اسلام کے طبقاتی کردار کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔

اُس زمانے میں اسلامی دنیا میں تجدد کی جو تحریکیں چل رہی تھیں بارتھولڈ نے ان کو بھی اپنے مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اِن تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلم تمدن پر یورپی ممالک کی طرف سے پے بہ پے حملے ہو رہے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تحریکیں عہد وسطیٰ کے نظامِ زندگی سے بھی بغاوت کر رہی ہیں کیونکہ اِن کا مذہبی طبقہ عام مسلمانوں کو عہد وسطیٰ کے نظامِ زندگی کا تابع بنانا چاہتا ہے۔ بارتھولڈ بھی انہی لوگوں کے ہم خیال ہیں جو "پان اسلامی" تحریک کو امریکی اور برطانوی سامراجیوں کی سازش سمجھتے ہیں اِس ضمن میں بارتھولڈ کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں طاقتیں اس تحریک کی ذرہ مدد اس لیے کر رہی ہیں تاکہ اس کے غالب آجانے کے بعد روس کے آس پاس کی اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو اپنی نوآبادی بنا سکیں۔

انقلاب روس سے کافی پہلے بارتھولڈ نے مسلمانوں کے ایک فرقہ "مروانیوں" پر ایک کتاب لکھی تھی بارتھولڈ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے اس کتاب کا ذکر بہت کم کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مواد بارتھولڈ نے بمرنوف کے اُس مقالے سے حاصل کیا ہے جو بمرنوف نے شغنان کے اسماعیلیوں

کے مذہبی معتقدات پر لکھا تھا۔ سمرنوف نے بارتھولڈ کی اس کتاب پر اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بحث کی ہے۔ ہم بھی اس بحث کا خلاصہ اس کتاب کے دوسرے حصے کا جائزہ لیتے وقت پیش کریں گے۔

اِن مصنفین اور ان کی تحقیقات پر محاکمہ کرنے کے بعد سمرنوف نے اُن اِداروں کا مختصر مگر جامع جائزہ لیا ہے جو انیسویں صدی کے نصف آخر سے لے کر بیسویں صدی کی ابتدا تک روس میں اسلام شناسی کے لیے قایم کئے گئے تھے جن کا مقصد یہ قرار دیا گیا تھا کہ شرقیات کے مطالعے کو مزید آگے بڑھایا جائے لیکن چونکہ یہ ادارے "سرکاری" ضروریات کو پورا نہیں کرتے تھے اس لیے ۱۹۰۰ء میں حکومت وقت کی طرف سے اسلام شناسی کا ایک ادارہ قایم کیا گیا جس کا مقصد یہ قرار دیا گیا کہ روسی سماج کو مشرقی ممالک کی روحانی زندگی اور مادی ضروریات سے واقف کرایا جائے اور مشرقی ممالک اور روس کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کئے جائیں ۱۹۱۲ء میں اِس ادارہ کی طرف سے اس کا پہلا ترجمان "میر اسلام" (دنیائے اسلام) کے نام سے شائع کیا گیا جس کے ایڈیٹر بارتھولڈ تھے مگر بارتھولڈ کو محقق محض سمجھا گیا اور ۱۹۱۳ء میں اس کی ادارت پوزدنی ئیف (POZDNE YEV) کے سپرد کی گئی اور اِس میں پان اسلامیت، پان زاریت جیسے موضوعات پر مقالے شایع ہونا شروع ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں بارتھولڈ نے ایک دوسرا رسالہ "مسلمانسکی میر" (مسلم دنیا) کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اس رسالہ نے "میر اسلام" کے تمام علمی کاموں کو الٹ کر رکھ دیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد رسالے اُس زمانے میں شائع ہوتے تھے جو اسلام شناسی کے لیے وقف تھے، لیکن اِن سب سے صرف نظر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ سب رسالے ایک دوسرے کے ہم خیال وہم آواز تھے۔ اِس باب کے آخر میں سمرنوف نے "بورژوا" مصنفین کی کتابوں کی اہمیت کا یہ کہہ کر اعتراف کیا ہے کہ اِن کتابوں پر نظر ڈال کر، سائنسی انداز سے اِن مسائل پر از سرِ نو غور کیا جا سکتا ہے اور موجودہ عہد کے تناظر میں اِن پر مزید تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔ جو آج کی علمی دنیا کے لیے خاصا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ابھی تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اِس بات کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ انقلاب روس سے پہلے روس میں اسلام شناسی کے نام پر جو بھی تحقیقی کام ہوا ہے اس کا اصل مقصد اسلام کی مخالفت کرنا ہے اس کو سمجھنا سمجھانا نہیں۔ ممکن ہے کہ عہدِ زیرِ بحث میں کچھ ایسی بھی کتابیں لکھی گئی ہوں جن میں واقعی اور حقیقی اسلام کی ترجمانی کی گئی ہو لیکن چونکہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اِس طرح کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے گمان یہی ہوتا ہے کہ سمرنوف نے بھی اپنی کتاب میں اس نوعیت کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اسلام شناسی کا یہ رجحان انقلاب روس کے بعد بھی برقرار رہا اور آج بھی برقرار ہے۔ اس کا ایک اجمالی جائزہ آئندہ لیا جائے گا۔